صادق کے لئے خدا تقدیر کو حرکت دیتا ہے
اور وہ انسانی تدبیروں پر غالب آجایا کرتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مئی 1998ء بمقام بیت الفضل، لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبة:119)

پھر فرمایا:

یہ وہ آیت ہے جو گزشتہ خطبہ میں مَیں نے تلاوت کی تھی اور اسی آیت کی تشریح میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کچھ حوالے ابھی باقی تھے جو پڑھ کر سنائے نہ جا سکے تو میں نے گزشتہ خطبہ میں اعلان کیا تھا کہ یہی مضمون آئندہ خطبہ میں بھی جاری رہے گا اور جب تک ان تمام اقتباسات کا مضمون جماعت کو سمجھا نہ دیا جائے ہم دوسرے مضمون میں داخل نہیں ہوں گے۔ تو آج پھر یہیں سے میں بات شروع کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ’’جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔‘‘

یہاں ’’بیٹھتا ہے‘‘ فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ براہِ راست بعض نیکیوں کا اثر دوسرے انسان پر پڑتا ہے اور اس میں کسی گفتگو اور بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ اگرچہ گفتگو بھی ہوتی ہے اور نیکی

اور تقویٰ کا مضمون انسان راستبازوں سے ان کی گفتگو کے ذریعہ بھی سیکھتا ہے لیکن یہاں پہلی بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ”بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے۔“ یہ امر واقعہ ہے اس کو ہم نے بہت تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ جب کسی نیک انسان کے پاس بیٹھو تو اس کے نیک خیالات دل پر اثر کر رہے ہوتے ہیں۔ بچپن میں اکثر صحابہؓ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے اور کئی ایسے صحابہؓ تھے جو خاموش رہا کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے سے دل میں نیکی ترقی کرتی تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف دل کا رجحان بڑھتا تھا۔ تو یہ خاموشی بھی بولتی ہے لیکن اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ مضمون بھی بیان فرماتے ہیں کہ جب پھر صدق والا باتیں کرتا ہے تو انسان ان سے بھی بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس ”جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔“ یہ بھی میں بارہا بیان کر چکا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حوالے سے بھی کہ آپؓ نے ایک شخص کو جس کے دل میں دہریّانہ خیالات پیدا ہو رہے تھے نماز میں جگہ بدلنے اور بعض دوستوں سے پرہیز کی نصیحت فرمائی اور انہوں نے بعد میں عرض کیا کہ بالکل دل ٹھیک ہو گیا ہے۔ تو ایک بدخیال کا آدمی ضرور بد اثر کرتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تحدید پائی جاتی ہے۔“

صحبت بد سے جتنا دور بھاگو اتنا بہتر ہے۔ تحدید کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک انذار ہے، ڈراوا ہے اگر تم بروں کی صحبت میں بیٹھنے سے باز نہ آئے تو لازماً تمہارا بد انجام ہوگا۔

”اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اُس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔“

اس مضمون کو میں پہلے بھی کھول چکا ہوں کہ جہاں اہانت ہوتی ہو وہاں سے فی الفور اٹھ جاؤ مگر یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ اہانت والی مجلس میں دوبارہ جانے کا بھی خیال ہو۔ یہ مضمون آگے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر بھی کھول رہے ہیں، پہلے بھی میں نے بیان کیا تھا اب بھی یہ بیان کر رہا ہوں کہ یہ ہمارے لئے بہت ہی ضروری مضمون ہے۔ اسے شدت کے ساتھ اور پورے خلوص کے ساتھ اپنی زندگی میں رائج کرنا چاہئے اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو اصلاح کی بہت توفیق ملے گی۔ فرماتے ہیں:

’’صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے۔‘‘

فرشتوں کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ یہ بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کی تفصیل میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کوئی ایسے روحانی وجود نہیں ہیں جو جسمانی بھی ہوں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہوں۔ یہ بہت ہی لطیف مضامین ہیں جن کو سمجھنا عام انسان کے بس کی بات نہیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کی خاطر ایسی زبان استعمال فرمائی ہے جسے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے کوئی اوپر سے اتر کے نیچے آیا ہے کسی مجلس میں آ کے بیٹھ گیا ہے۔ فرشتے اس قسم کی حرکت تو نہیں کرتے اور یہ مضمون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری جگہ کھولا ہوا ہے اور قرآن کریم نے اس پر بہت روشنی ڈالی ہے لیکن ان لفظوں کو جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ سمجھتے ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں ان کے نتیجے میں جو دل پر اثر ہوتا ہے اسے سمجھیں۔ ظاہری منظر کی تفصیل میں اور وہموں میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب سنیں:

’’وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے۔‘‘

اب ’’واپس جاتے ہیں‘‘ کی تشریح اس لئے ضروری تھی کہ خدا تو وہاں بھی ہے جہاں پاک لوگ ہیں۔ خدا تعالیٰ کو تو اُن سب باتوں کا علم ہے جو وہاں ہو رہی ہیں تو واپس کہاں جاتے ہیں۔ یہ صرف ایک نظارہ ہے جسے انسان بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے ان کا صعود بھی وہیں ہوتا ہے جہاں وہ مجلس ہو اور روحانی صعود ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف حرکت کرتا ہے جو وہیں موجود ہوتا ہے۔ بہرحال اب اس تشریح کے بعد اس کو سنیں بہت ہی دلچسپ اور بہت ہی دل پہ گہرا اثر کرنے والی نصیحت ہے۔ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ (یعنی ایک شخص ایسا تھا جو ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی اُن میں ہی سے ہے کیونکہ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔‘‘

کہ یہ ایسی قوم ہیں کہ ان کا ساتھی محروم اور بدبخت نہیں رہ سکتا۔ کتنی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ ایک انسان اگر براہِ راست صحبت سے استفادے کا فیصلہ نہ بھی کرے، یہ نیّت لے کر نہ بھی بیٹھے ویسے ہی چلتا ہوا تھک کر کسی ایسی صحبت میں بیٹھ جائے اس کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور ہے۔ غرض نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔''

نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر راضی ہو چکا ہو اور یہ جو ہے اللہ کے ذکر سے اطمینان پانا اس کی ایک یہ صورت ہے کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھو جو مجسم ذکر ہو چکے ہوں اور نفس مطمئنہ رکھتے ہوں۔ ان کے دل میں کسی اور طرف رخ کرنے کی کوئی خلش نہیں ہوتی، صرف اللہ ان کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور خدا ہی کی ذات میں رہتے ہیں۔ فرمایا: ''نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔'' وہاں جا کے ان کو سکون ملتا ہے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل اطمینان پا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک تجربہ ہے جو میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میں سے بہتوں کو ہوا ہوگا کہ اطمینان یافتہ آدمی کے پاس پہنچ کر دل پہ گہرا سکون طاری ہو جاتا ہے۔

''امّارہ والے میں نفس امّارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں۔''

جس کا دل ہر وقت اس کو بدیوں کی تحریک کر رہا ہو اس کے پاس بیٹھو گے تو تمہارے دل میں بھی بدیوں کی تحریکیں شروع ہو جائیں گی۔

''اور لوّامہ والے میں لوّامہ کی تاثیریں ہوتی ہیں۔''

جس شخص کے پاس بیٹھو اگر اس کا نفس بار بار اس کو اپنی کمزوریوں اور بدیوں پر ملامت کرتا ہے تو جو پاس بیٹھتا ہے وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کے دل میں بھی اپنی کمزوریوں اور بدیوں پر ملامت کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔

''اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس پر بھی اطمینان اور سکینت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے تسلّی ملنے لگتی ہے۔''

(الحکم جلد 8 نمبر 2 صفحہ: 1 مؤرخہ 17 جنوری 1904ء)

اس سے پہلے اگرچہ نفس مطمئنہ کا ذکر گزر چکا ہے مگر اب چونکہ تدریج میں ذکر فرما رہے ہیں اس لئے آخر پر پھر نفس مطمئنہ کا ذکر ضروری تھا۔ پھر فرماتے ہیں:

''صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے بہت سے لوگ ہیں جو دور بیٹھے رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے، اس وقت فرصت نہیں ہے۔ بھلا تیرہ سو سال کے موعود سلسلہ کو جو لوگ پالیں اور اُس کی نصرت میں شامل نہ ہوں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موعود کے پاس نہ بیٹھیں وہ فلاح پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔''

یعنی دُور کی بیعت ان معنوں میں کہ بیعت کی اور دُور ہی بیٹھے رہے اس کے نتیجہ میں فلاح نصیب نہیں ہوسکتی۔ اب جو زمانہ آ گیا ہے اس میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کروڑ سے بہت آگے بڑھ چکی ہے اور ایسے دن آنے والے ہیں جبکہ ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے کروڑوں انسان جماعت میں داخل ہونگے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سارے یہاں آ جائیں۔ اس چھوٹی سی مسجد میں یا کسی بڑی مسجد میں بھی میں بیٹھا ہوں ناممکن ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو شخص نمائندگی کر رہا ہو، جب بھی کر رہا ہو ساری دنیا کے کروڑہا لوگ ان کے پاس پہنچ جائیں اور اگر نہ پہنچیں تو ان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فتویٰ صادر ہو جائے کہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے MTA ہمیں عطا فرما دی ہے اور دور بیٹھنے والوں کو بالکل یہی احساس ہوتا ہے کہ گویا وہ اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چاہے دُنیا کے کسی کونے میں بس رہے ہوں ان کے دل پر اتنا گہرا اثر پڑتا ہے مجلس کا کہ ان کو خیال بھی نہیں گزر رہا ہوتا کہ وہ کہیں اور بیٹھے ہوئے ہیں۔ بالکل ہمارے اندر، بیچ میں اسی احساس کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں جس طرح آپ یہاں ایک احساس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ بہت سے خطوط مجھے ملتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایسی صورت میں اپنے آپ سے بالکل کھوئے جاتے ہیں یہاں تک کہ چھوٹے بچے ہیں وہ تو اٹھ اٹھ کر ٹی وی کی سکرین کو انگلیاں لگاتے ہیں۔ ایک بچی نے لکھا کہ مجھے امی نے ساری بات سمجھائی کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کا کیا مطلب ہے اور یہ انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی جو آپ پہنتے ہیں اس کا قصّہ بھی سنایا تو کہتی ہیں مجھے بے اختیار جب آپ کا ہاتھ انگوٹھی والا نظر آیا تو دوڑ کے گئی اور سکرین پر منہ لگا دیا کہ اس انگوٹھی کو چوموں۔ اب یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ یہ محبت کے بے انتہا اور غیر اختیاری مظاہر ہیں جو

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے۔ پس یہ خیال دل میں پیدا ہونا کہ دُور بیٹھے اب کیا کریں گے۔ اگر دُور بیٹھے لوگ ٹیلی ویژن پر کم سے کم خطبہ سننے کا اہتمام کریں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ مراد پوری ہو جاتی ہے کہ وہ آئیں اور صحبت سے فیض یافتہ ہوں۔ فرمایا:

”ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں

ایں خیال است ومُحال است وجنوں“

کہ خدا بھی چاہو اور دنیا بھی چاہو یہ محض خیال ہے۔ محال ہے، ناممکن ہے اور جنون ہے۔ پس یہ دو چیزیں اکٹھی نہیں چل سکتیں۔ اگر خدا چاہتے ہو تو خدا چاہنے کے لئے جو تقاضے ہیں وہ تقاضے پورے کرو اگر دنیا چاہتے ہو تو دنیا کی طرف منہ کر لو مگر یہ بین بین کا رستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا چاہتے ہوئے خدا چاہتے ہو تو پھر لازماً رفتہ رفتہ دنیا سے دور ہٹنا اور خدا کی طرف آگے بڑھنا لازم ہو گا۔ فرماتے ہیں:

”دین تو چاہتا ہے کہ مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دین داری کے حصول کی اُمید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آکر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔“

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ جو مضمون بیان فرما رہے ہیں یہ اُس زمانہ کی باتیں ہیں جبکہ احمدیت کا آغاز تھا اور لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہمیت کا پورا احساس نہیں تھا۔ دور بیٹھے کبھی طاعون کے اثر سے، کبھی کوئی اور نشان دیکھ کر بیعت تو کر لی مگر دل میں وہ غیر معمولی پاک تبدیلی پیدا نہ ہو سکی جس کے نتیجہ میں بے اختیار وہ کشاں کشاں قادیان کی طرف چلے آئیں۔ ایسے لوگوں کی بے اعتنائی کے اوپر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو افسوس فرمایا ہے آج آپ لوگ اس بے وقوفی میں مبتلا نہ ہوں کہ آج کے لوگ نئے آنے والے پہلوں سے بہت بہتر ہیں اور یہ ہمارے زمانہ کی پہلے زمانوں پر ایک فضیلت ہے۔ اگر بہتر ہیں تو وہ درد جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں اُس وقت پیدا ہوا ہے جب تقریر فرما رہے تھے، وہ درد ہے جو خدا نے قبول فرمایا ہے۔ پس سو فیصدی ہم آپؑ ہی کی جوتیوں کے غلام ہیں اور آج جو حیرت انگیز معجزے دیکھ رہے ہیں یہ ان

دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اس بات کو اگر کوئی شخص بھلا دے تو انتہائی بے وقوف ہوگا اور وہ بالکل غلط اور باطل خیالات میں مبتلا ہو کر اپنا دین کھوسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو یہاں آ کر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے۔ وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی نیک اور متقی اور پرہیز گار ہوں۔ (یعنی ایسے بھی لوگ ہونگے جو متقی اور پرہیز گار ہیں مگر دور بیٹھے ہیں اور اپنے ہی تقویٰ میں گم ہیں۔) مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیلِ علمی کے بعد تکمیلِ عملی کی ضرورت ہے۔ پس تکمیلِ عملی بدوں تکمیلِ علمی کے مُحال ہے۔ (عملی تکمیل، علمی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ مضمون ہے جو ذرا ٹھہر کر سمجھانے والا ہے۔ فرمایا:) پس تکمیلِ عملی بدوں تکمیلِ علمی کے مُحال ہے اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہتے تکمیلِ علمی مشکل ہے۔ بارہا خطوط آتے ہیں کہ فلاں شخص نے اعتراض کیا اور ہم جواب نہ دے سکے۔ (یہ مراد ہے) اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ وہ لوگ یہاں نہیں آتے اور ان باتوں کو نہیں سنتے جو خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کی تائید میں علمی طور پر ظاہر کر رہا ہے۔ پس اگر تم واقعی اس سلسلہ کو شناخت کرتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو اور دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا سچا وعدہ کرتے ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ اس پر عمل کیا ہوتا ہے۔ کیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟ اگر تم واقعی ایمان لاتے ہو اور سچی خوش قسمتی یہی ہے تو اللہ تعالیٰ کو مقدّم کر لو۔ اگر ان باتوں کو ردّی اور فضول سمجھو گے تو یاد رکھو خدا تعالیٰ سے ہنسی کرنے والے ٹھہرو گے۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 31 صفحہ: 3، مؤرخہ 24 اگست 1901ء)

اب میں دوبارہ اس حصّہ کو لیتا ہوں جس کے متعلق میں نے کہا تھا ٹھہرا کر سمجھانے والی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اور مرتبہ یہ تھا کہ بغیر علم عطا کئے بھی تزکیہ نفس فرماتے تھے اور وہی تزکیہ نفس کا مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی جاری ہوا۔ پس آپؑ کی تحریر کا پہلا حصّہ اُس سے متعلق ہے جہاں پاس بیٹھنے والے پر اثر پڑ رہا ہے، بغیر گفتگو کے اثر پڑ رہا ہے اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھولے نہیں ہیں۔ یہ بظاہر خیال پیدا ہو کہ علمی تکمیل ہی کو

آپؑ اہمیت دے رہے ہیں۔سب سے پہلی بات آپؑ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ نیک کی صحبت اختیار کرو تو بغیر گفتگو کے بھی تمہارے دل میں نیکی سرایت کر جائے گی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے جو آج تک جاری ہے۔ پہلے رسولوں میں یہ بات سنی نہیں تھی۔تھی تو کم ہوگی مگر خصوصیت سے اس کا ذکر نہیں ملتا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیت اور امتیاز بخشا ہے اگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہی ٹھہر جاتا تو تمام آنے والے زمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض کیسے پہنچ سکتا تھا۔اس لئے یہ فیض صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہی نہیں پہنچا بلکہ کثرت کے ساتھ جو آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ دل کی نیکی دل پر اثر کر جاتی ہے یہ وہی فیض ہے اور عام ہو چکا ہے۔اس بات کو اب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام علم کی ضرورت بھی بیان فرماتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (الجمعۃ:3) کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزکیہ نفس کے بعد تعلیم کتاب اور کتاب کی حکمتیں بھی بیان فرماتے ہیں۔

اب یہ مضمون جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع فرمایا ہے کہتے ہیں تکمیلِ علمی کے بعد تکمیلِ عملی کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک علوم میں انسان ترقی نہ کرے اس کا نفس ان اعمال پر تیار نہیں ہوتا جو اعمال علوم کے نتیجے میں خود بخود ظاہر ہونے چاہئیں۔فرمایا تم نیک عمل کیسے بنو گے اگر وہ علوم حاصل نہیں کئے جن کے نتیجے میں کوئی عمل بھی عطا ہوا کرتا ہے۔اگر علم سچا ہو اور واقعۃً انسان کو نصیب ہو جائے تو اس علم کے بعد ایک عمل لازم ہو جایا کرتا ہے۔یہ حکمت کی بات ہے جو سمجھانے والی ہے۔آپ کو کسی چیز کے متعلق علم ہے کہ یہ میری صحت کے لئے اچھی ہے تو آپ اسے پرے نہیں پھینکیں گے۔آپ کا عمل آپ کے علم کی سچائی کو اس طرح ظاہر کرے گا کہ آپ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔تمام انسانی جدوجہد علم کے نتیجے میں ہوتی ہے۔جب یہ علم ہو کہ ایک چیز ہمارے لئے بُری ہے تو لازماً ازخود انسان اس سے پیچھے ہٹنے لگ جاتا ہے۔پس عمل کی تکمیل، علم کی تکمیل کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر علم ترقی کرتا ہے اور جوں جوں علم ترقی کرتا ہے ساتھ ساتھ عمل بھی ترقی کرتا ہے۔ یہ حکمت کی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں فرما رہے ہیں ”پس تکمیلِ عملی بدوں تکمیلِ علمی کے مُحال ہے۔“، ناممکن ہے۔

''اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے۔'' اب 'یہاں آ کر نہیں رہتے' کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں MTA کے ذریعہ دے دیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''بارہا خطوط آتے ہیں کہ فلاں شخص نے اعتراض کیا اور ہم جواب نہ دے سکے۔'' یہ اب بھی ہوتا ہے اور ہر ایسے سائل کو میں جواب دیتا ہوں کہ آپ اگر MTA پر ایسے پروگراموں کا مطالعہ کرتے جن میں علمی سوالات کے جواب دئے گئے ہیں تو اتنی کثرت کے ساتھ مختلف سوالات کے ہر پہلو پر، مختلف وقتوں میں بحث کی گئی ہے کہ اس کثرت کو دیکھ کر ڈر آتا ہے کہ اس سارے کو لوگ کیسے سن سکیں گے لیکن جب بھی سنیں گے، جتنا بھی سنیں گے وہ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حیران ہونگے کہ کسی دشمن کا کوئی بھی اعتراض باقی نہیں رہا جس کے ہر پہلو سے متعلق کوئی بات نہ ہو چکی ہو۔ تو پھر خطوں کے ذریعہ مجھے پوچھتے ہیں کہ ہمیں لکھ کر بتاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ میرے لئے یہ تو بالکل ممکن نہیں ہے کہ میں آپ کے خط کے جواب میں دس ہزار صفحات کی ایک کتاب بھیج دوں اور نئی لکھواؤں۔ وہ باتیں جو اکٹھی کی گئی ہیں اگر واقعۃً ان کو تفصیل سے ساری مجالس کو، ان میں درس قرآن بھی شامل ہے اس میں بھی بہت سے نکات بیان ہوتے ہیں، اس میں ہر قسم کے پروگرام شامل ہیں یہاں تک کہ بچوں کے پروگرام بھی شامل ہیں، ان کو اگر اکٹھا کر کے لکھو تو واقعی کم از کم دس ہزار صفحات کی کتاب بنے گی۔ تو کیسے ممکن ہے۔ عجیب سوال کرتے ہیں۔ لاعلمی ہے تو اتنی لاعلمی ہے کہ پتا ہی نہیں کہ ان سب باتوں کا جواب آچکا ہے۔ کوئی پاکستان سے لکھ رہا ہے بچہ، سیالکوٹ کے کسی گاؤں سے کہ مجھے ان سوالات کے جوابات اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجیں اور وہ سوالات ایسے ہیں جن میں واقعۃً کم سے کم ایک ہزار صفحات کا خط مجھے لکھنا پڑے گا یا لکھوانا پڑے گا۔ تو یہ بچگانہ باتیں چھوڑ دیں۔ عقل سے کام لیں۔ سارا مواد موجود ہے اور جس کو یہ بھی علم نہیں اس کی تکمیل عملی کیسے ہوگی؟ اس لئے جماعتوں میں اس علم کو شہرہ دینا ضروری ہے۔ کثرت کے ساتھ اس علم کا انتشار کریں اور سب کو بتائیں کہ ہر قسم کے اعتراضات کے جواب ہیں۔ صرف ان کو اپنی جماعت کے متعلقہ شعبہ کو یہ لکھنا ہے کہ ہمارے یہ سوالات ہیں ان کے جواب کہاں کہاں ملیں گے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ شعبہ ان کو بتا سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ ایک مضمون کی ایک کیسٹ میں وہ ساری باتیں آجائیں گی۔ اس لئے کم سے کم بیس، تیس، چالیس، پچاس کیسٹس ایسی ہوں گی جن میں تفصیل موجود ہے اور ہر کیسٹ میں کچھ نہ کچھ نئی باتیں ہیں۔

پس اس کے لئے اپنی توفیق کے مطابق وقت زیادہ ہو تو زیادہ، کم ہو تو کم توجہ کریں اور آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ ہر قسم کے اعتراضات کے جواب دینے کی آپ کو مہارت نصیب ہو جائے گی۔ ’’بارہا خطوط آتے ہیں۔‘‘ یہ مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں: ’’کہ فلاں شخص نے اعتراض کیا اور ہم جواب نہ دے سکے اس کی وجہ کیا ہے۔ یہی کہ وہ لوگ یہاں نہیں آتے اور ان باتوں کو نہیں سنتے جو خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کی تائید میں علمی طور پر ظاہر کر رہا ہے۔ پس اگر تم واقعی اس سلسلہ کو شناخت کرتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا سچا وعدہ کرتے ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ اس پر عمل کیا ہوتا ہے۔ کیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔؟‘‘

اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ صدق صرف سچ بولنے کا نام نہیں۔ اسلامی اصطلاح میں جس کو صادق کہا جاتا ہے وہ سچ بولنے سے بہت زیادہ آگے اور وسیع اصطلاح ہے۔

’’صادق سے صرف یہی مراد نہیں کہ انسان زبان سے جھوٹ نہ بولے۔ یہ بات تو بہت سے ہندوؤں اور دہریوں میں بھی ہو سکتی ہے۔‘‘

یہ امر واقعہ ہے کہ ہم کئی دفعہ ایسے ہندوؤں سے ملتے ہیں۔ میں خود بھی مل چکا ہوں۔ اور دہریہ مغربی لوگوں سے مل چکا ہوں جن میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ زبان سے جھوٹ نہیں بولتے۔

’’صادق سے مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے ہر حرکات وسکنات وقول سب صدق سے بھرے ہوئے ہوں۔‘‘

یعنی سچائی کی باتیں جب وہ کرتا ہے، سچی باتیں کرتا ہے مگر جب وہ سچی باتیں کرتا ہے تو وہ ساری سچی باتیں اس کے عمل میں نہیں ڈھلتیں۔ یہ فرق ہے مومن صادق اور غیر مومن صادق کا۔ جو غیر مومن سچ بولنے والا ہے وہ ہزار سچ بولے لیکن دل میں خود بخود جانتا ہے کہ میرے لئے اس پر عمل مشکل ہے اور میں نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میری ایسی مجالس میں واضح طور پر اقرار کرتے ہیں کہ بالکل ٹھیک کہا ہے یہی اسلام کی تعلیم ہونی چاہئے مگر ان کے چہروں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہ عمل نہیں کر سکیں گے، تو یہ صدق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

''مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے ہر حرکات وسکنات وقول سب صدق سے بھرے ہوئے ہوں۔ گویا یہ کہو کہ اس کا وجود ہی صدق ہو گیا ہو۔ (یہ مکمل سچائی بن چکا ہے۔) اور اس کے اس صدق پر بہت سے تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 44 صفحہ:11، مؤرخہ 30 نومبر 1901ء)

یہ دوسرا پہلو میں نے پہلے بھی کھول کر بیان کر دیا تھا اس لئے مزید تفصیل میں مَیں نہیں جاتا۔ یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صدق کوئی چھپی رہنے والی بات نہیں ہے جس کو یہ صدق نصیب ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ اس کی تائید میں نشانات نہ ظاہر فرمائے اور اللہ تعالیٰ جو نشانات ظاہر فرماتا ہے وہ دنیا دیکھتی ہے اور دیکھ سکتی ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اس کو خدا تعالیٰ آئندہ کی خوشخبریاں دیتا ہے، دشمنوں کے ارادوں سے متنبّہ فرماتا ہے۔ یہی نہیں سینکڑوں ہزاروں اور طریق ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے صادق بندے سے ایسا تعلق رکھتا ہے جو تعلق بولتا ہے، دل سے اُچھلتا ہے اور اس کے ماحول میں پھیل جاتا ہے اور لوگ اس خدا کے تعلق کی وجہ سے جانچ سکتے ہیں کہ یہ صادق ہے۔

''اس صدق پر بہت سے تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔'' خوارق سے مراد یہ ہے کہ عام نشانات نہیں بلکہ ایسے نشانات جو روزمرّہ کے قانون سے ہٹ کر دکھائی دیتے ہیں، اتنے غیر معمولی ہوتے ہیں کہ کوئی آدمی جو تعصب سے پاک ہو وہ ان کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ ایسے خوارق کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئے اور ایسے خوارق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوئے۔ مثلاً پاگل کتے کے کاٹے ہوئے کا جو عبدالکریم پر اثر تھا اور ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ اس کا کوئی علاج ہو ہی نہیں سکتا۔ جب وہ پاگل پن عود کر آیا، دوبارہ حملہ کیا تو چوٹی کے ڈاکٹروں نے جو اس فن کے ماہر تھے یہ تار بھیجا کہ کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ "Nothing can be done for Abdul Karim"۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ عبدالکریم ٹھیک ہو جائے گا۔ آج تک اس عبدالکریم کی نسل حیدرآباد دکن میں موجود ہے اور بہت کثرت سے پھیل چکی ہے۔ ان میں سے ہر ایک زندہ گواہ بن گیا ہے۔ اس کو کہتے ہیں خوارق کا ظہور۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ:480، 481)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خوارق کو صرف اپنے لئے خاص نہیں فرما رہے۔ یہ ہے جو خوشخبری ہے۔ فرمایا تم صادق بنو اور دیکھو کہ تمہاری تائید میں بھی خدا تعالیٰ خوارق دکھائے گا اور ان خوارق کے نمونے میں بھی احمدیوں میں دیکھتا رہتا ہوں۔ واقعۃً بہت سے احمدی ایسے ہیں جن کی تائید میں اللہ تعالیٰ خارق عادت معجزے دکھاتا چلا جا رہا ہے اور یہ دنیا میں پھیلے پڑے ہیں۔ پس اس وجہ سے وہ صادق بننے کی کوشش کریں جن کے لئے خدا تقدیر کو حرکت دیتا ہے اور وہ انسانی تدبیروں پر غالب آجایا کرتی ہے۔ اگر ایسے صادق بن جائیں گے تو پھر دیکھیں تو سہی کہ دنیا میں احمدیت کس شان کے ساتھ پھیلتی اور کیسے کیسے دنیا کی اصلاح کرتی ہے۔ کتنے عظیم الشان فوائد احمدیت سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا:

> ’’چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے جو شخص ایسے آدمی کے پاس جو حرکات وسکنات، افعال واقوال میں خدائی نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے گا تو یقین کامل ہے کہ وہ اگر دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا کیونکہ صادق کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بہت سے دہریوں کو شفا بخشی مگر ان کو جو پاس آئے اور کچھ دیر ٹھہرے اور خدا نمائی کے نشان دیکھے لیکن جو آئے اور گزر گئے ان کی اصلاح تو نہیں ہو سکتی تھی، نہ ہی ان کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ ٹھہر کر تازہ بتازہ، نَو بہ نَو نشانات کا خود مشاہدہ کر سکیں۔ فرمایا پاک ارادہ، نیت صاف ہونی ضروری ہے۔ ’’اور مستقیم جستجو‘‘۔ ’’مستقیم جستجو‘‘ ایک بہت ہی پیارا محاورہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایجاد فرمایا ہے۔ فرمایا جستجو سرسری بھی تو ہو جاتی ہے۔ دیکھا، کوئی چیز نہیں ملی، چلے گئے کہ کوئی بھی نہیں ہے لیکن ایک چیز کا کھوج لگانے کے لئے جس طرح پولیس بعض دفعہ قتل کے نشانات ڈھونڈتی ہے اس کو کہتے ہیں مستقیم جستجو۔ وہ چھوڑتے نہیں اس بات کو۔ خالی میدان دکھائی دے رہا ہے وہاں کوئی بھی نشان نہیں، گھاس کی پتی پتی کو بڑی استقامت کے ساتھ الٹ کے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ہزارہا آدمی پولیس کے ساتھ اس مستقیم جستجو میں شامل ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ پھل لاتی ہے۔ ایک مچھلی پکڑنے والا بعض دفعہ سارا دن وہاں بیٹھا رہتا ہے اس کو جستجو ہے کہ مچھلی ہاتھ آئے اور بعض دفعہ ایک دن، دو دن، تین دن کے بعد بہت بڑی مچھلی

پکڑ لیتا ہے اور وہ ساری زندگی فخر سے دکھاتا پھرتا ہے کہ یہ اتنی بڑی مچھلی میں نے پکڑی تھی۔ وہ مچھلی تو نہیں دکھا سکتا مگر اس کا ڈھانچہ بنا کر دیواروں پہ سجا لیتا ہے۔ پس اس کو مستقیم جستجو کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ پاک ارادہ ہو پھر جستجو بھی مستقیم ہو۔ میں جو کہتا ہوں کہ خدا مجھے نشان دکھاتا ہے تو ایک مچھلی پکڑنے والے، ایک نشان تلاش کرنے والی پولیس سے زیادہ خدا کی قیمت اس کے دل میں ہونی چاہئے۔ اتنے بڑے وجود کی باتیں میں کر رہا ہوں اور آیا اور چلا گیا یہ تو بڑی بے وقوفی ہے۔ تو بیٹھا رہے، دیکھتا رہے، غور کرے کہ کون سا نشان ظاہر ہو رہا ہے۔ جب وہ غور کی آنکھ کے ساتھ دیکھے گا تو اس کو کثرت سے نشان دکھائی دینے لگیں گے۔ ”تو یقین کامل ہے کہ وہ دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا کیونکہ صادق کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے۔“ وہ اس وجود میں اللہ کو دیکھ لیتا ہے۔

”اِنسان اصل میں اُنسانِ ہے یعنی دو محبتوں کا مجموعہ۔“

اُنس کہتے ہیں پیار کو، مجھے اس سے اُنس ہے۔ تو فرمایا لفظ انسان دراصل اُنسان تھا جو کثرت استعمال سے اِنسان میں بدل گیا۔ یہ عربی کا قاعدہ ہے کہ کثرت استعمال کے ساتھ جو مشکل حرکات ہیں وہ آسان حرکات میں بدلتی رہتی ہیں۔ سب سے آسان حرکت زیر کی حرکت ہے۔ اُنس میں جو پیش کی حرکت ہے یہ سب سے مشکل ہے، اس کے بعد زبر کی حرکت، اس سے کم مشکل پھر زیر کی حرکت سب سے آسان۔ تو یہ لفظ دراصل اُنس تھا جو اِنسان میں تبدیل ہو گیا لیکن معنی وہی رکھتا ہے دو محبتوں کا مجموعہ۔

”ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے۔ چونکہ انسان کو تو اپنے قریب پاتا اور دیکھتا ہے اور اپنی ہی نوع کی وجہ سے اس سے جھٹ پٹ متاثر ہو جاتا ہے۔“

فطرت میں تو اللہ کا اُنس بھی ہے اور بندوں کا اُنس بھی ہے لیکن اللہ ہر شخص کو قریب دکھائی نہیں دے سکتا مگر فرمایا انسان جو اپنی جنس کا ہے اس کو انسان فوراً دیکھتا ہے اور اپنے ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس سے متاثر ہوتا ہے۔ پس جو بھی چیز قریب ہے۔ وہ ضرور اپنا اثر دکھاتی ہے اور جو دُور ہے وہ رفتہ رفتہ اپنا اثر کھو دیتی ہے یا اثر ہے تو واضح طور پر محسوس نہیں ہوتا۔ پنجابی میں لوگ کہتے ہیں نہایت بے ہودہ مثال ہے کہ ”خدا نیڑے کہ گھسُن۔“ تم جو خدا سے ڈرتے پھرتے ہو دیکھو نزدیک کیا ہے۔ مکاّ نزدیک ہے یا اللہ نزدیک ہے۔ تو بڑی جاہلانہ بات ہے مگر اس بات میں بھی صداقت ضرور ہے

کیونکہ آج پاکستان میں اکثر لوگ جو ہمیں دکھائی دے رہے ہیں یا دوسرے ممالک میں وہ گھسُن سے ڈرتے ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے۔ خواہ اللہ پر یقین بھی رکھتے ہوں۔ یہ مسئلہ ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرمارہے ہیں:

''اپنی ہی نوع کی وجہ سے اس سے جھٹ پٹ متاثر ہو جاتا ہے اس لئے کامل انسان کی صحبت اور صادق کی معیت اسے وہ نور عطا کرتی ہے جس سے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔''

اب صادق کی معیت میں اگر وہ سچی معیت ہے تو جس وجود کو دیکھ رہا ہے وہ خدا نما ہوتا ہے وہاں نظر ٹھہر نہیں جاتی۔ یہ باتیں میں پہلے بھی کھول چکا ہوں کہ ایسے لوگ جو پیر پرستی کا رجحان رکھتے ہیں وہ صادق کی صحبت اختیار کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ ان کو صرف پیر ہی دکھائی دیتا ہے اور اگر وہ سچا تھا بھی تو خدا کی طرف اس کی انگلیاں نہیں اٹھ رہی ہوتیں۔ اگر اُٹھتی ہیں تو یہ بیوقوف اپنی پیر پرستی کے رجحان کی وجہ سے ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ تو وہاں جا کے نظر ٹھہر گئی جو مقصود نہیں ہے اس سے نظر اوپر اُٹھنی چاہئے تھی تو دونوں کی سچی تعریف فرمادی۔ صادق بھی وہ جس کی معیت سے اسے وہ نور عطا ہو جو خدا دکھادے اور طلبگار بھی مستقیم جستجو کے ساتھ طلب کرنے والا خدا کو اس وجود میں دیکھے، نہ کہ صرف اس وجود پر نظر ٹھہر جائے۔ فرمایا:

''اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 44 صفحہ: 11، مؤرخہ 30 نومبر 1901ء)

اب گناہوں سے بچنے کا طریق کیا ہے۔ جب آپ دیکھ رہے ہیں ایک دیکھنے والے کو جو آپ کے حال سے باخبر ہے تو لازم ہے کہ آپ گناہوں سے بچیں۔ پھر فرمایا:

''یادرکھنا چاہئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ کہ جو اوّل حالت میں تکلّف اور تصنّع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور ببرکت توجہ صادقین وجذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جز بن جائے۔''

یہ عبارت مشکل عبارت ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض دفعہ ایسی اصطلاحیں استعمال فرمانے پر مجبور ہوتے ہیں جو تھوڑے لفظوں میں زیادہ بات لوگوں تک پہنچا سکیں۔ تو یہ عربی

کے مشکل لفظ ہیں اور ایسے مشکل لفظ ہیں جو بسا اوقات علماء کے لئے بھی سمجھنا مشکل ہوتے ہیں اس لئے میں عرض کر دیتا ہوں کیا مطلب ہے۔

’’وہ تقویٰ کہ جو اوّل حالت میں تکلّف اور تصنّع سے اختیار کی جاتی ہے۔‘‘ پہلے تو یہ سوچنے والی بات ہے کہ تقویٰ کو مذکّر بھی بیان فرمایا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور مؤنث بھی۔ تقویٰ جو حقیقی تقویٰ اور آخری تقویٰ ہے وہ مذکّر ہی کہلاتا ہے یعنی جو تقویٰ کی حالت ہے اصل تقویٰ نہیں اسے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مؤنث میں استعمال فرما رہے ہیں کیونکہ آغاز میں جو ترقی کے لئے تقویٰ ضروری ہوا کرتا ہے جیسا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3) فرمایا گیا یہ تقویٰ وہ تقویٰ نہیں ہے جو اس کوشش اور جدوجہد کے بعد نصیب ہوگا جو ابتدائی تقویٰ انسان کو عطا ہوتا ہے یعنی جدوجہد اور کوشش ایک تقویٰ کی ابتدائی حالت کا نام ہے۔ پس اس حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یہ ایک حالت ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو تانیث میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ سچے تقویٰ میں تصنّع ہو ہی نہیں سکتا۔ سچے تقویٰ میں تکلّف کیسا۔ تو تکلّف اور تصنّع کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ قرآنی اصطلاح تقویٰ کی بات نہیں ہو رہی بلکہ قرآنی اصطلاح اس تقویٰ کی بات ہو رہی ہے جو ایک حالت کا نام ہے جو تکلّف اور تصنّع سے اختیار کرنی پڑتی ہے تا کہ بالآخر اس کوشش کے نتیجے میں آخری تقویٰ نصیب ہو جائے۔ فرمایا اوّل حالت میں تصنّع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے۔ یہ دوسرا رنگ ہے جس میں اصل راز چھپا ہوا ہے۔ یہ تکلّف والا تقویٰ جب تک دوسرا رنگ نہ پکڑے یعنی وہ تقویٰ کا رنگ جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں ایک مذکّر کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اُردو میں بھی ہم ہمیشہ مذکّر ہی استعمال کرتے ہیں، جب تک یہ ابتدائی حالت اُس حالت میں تبدیل نہیں ہو جاتی جو تقویٰ کا دوسرا رنگ ہے اس وقت تک یہ جدوجہد جاری رہنی چاہئے۔

’’اور ببرکت توجہ صادقین وجذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے۔‘‘ یہ جو دوسرا رنگ ہے اس کو طبیعت میں داخل کرنے کے لئے صادقین کی توجہ ضروری ہوا کرتی ہے۔ ’’جذبہ کاملین‘‘ اور جو کامل لوگ ہیں ان کا جذبہ ہے جس کے نتیجے میں یہ دوسرا رنگ دل پر نقش ہو جاتا ہے اور دل پر قبضہ جما لیتا ہے۔ یہ صادقوں کی برکت اور کاملین کے جذبہ کی وجہ سے ہے۔ اب یہاں جذبہ کیسا؟ کاملین جب ایسے شخص کو جدوجہد میں مبتلا دیکھتے ہیں تو اُن کے دل میں ایک غیر معمولی محبت کا جذبہ اُن کے لئے

اٹھتا ہے اُن کے فکر میں مبتلا ہوتے ہیں اور اُن کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یہی جذبہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی میں ہمیں صحابہؓ میں کارفرما دکھائی دیتا ہے اور بکثرت احادیث میں گواہیاں موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کسی کی ابتدائی حالت دیکھ کر اس پہ رحم فرمایا کرتے تھے اور دعا کیا کرتے تھے، تمنا کرتے تھے کہ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ حالتوں کی طرف منتقل ہو۔ یہ وہ جذبہ کاملین ہے جو ''طبیعت میں داخل ہو جائے۔'' جب تک داخل نہ ہو جائے، اس کا جز نہ بن جائے اس وقت تک ایسے سالک کو امن سے نہیں بیٹھنا چاہئے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوگا۔

''اور وہ مشکوٰتی نور دل میں پیدا ہو جاوے۔''

وہ مشکوٰۃ جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ۔ (النور: 36) اسی مشکوٰۃ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یاد رکھو وہ نور ہیں جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ یہ ایک مشکوٰۃ کی طرح ہے جس میں اللہ کا نور چمک رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''جو عبودیّت اور ربوبیّت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے۔''

اب دیکھیں زبان مشکل لیکن مضمون کتنا حقیقی اور یقینی اور واضح، اپنی ذات میں واضح ہونا چاہئے مگر سمجھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوٹے لفظوں میں بیان کرنے کی خاطر یہ اصطلاحیں بیان فرمانی پڑتی ہیں۔ یہ مشکوٰتی نور کیسے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ ''جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے۔'' عبد کو اپنے ربّ سے اگر بہت گہرا تعلق ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم عبدِ کامل اور اللہ الرب۔ تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کا نور عبد کے دل میں منتقل نہ ہو جائے۔ تو نوروں کے حصول کے رستے دکھا دئے ہیں ورنہ دور کی باتیں تھیں۔ اب دیکھو کتنا ان باتوں سے انسان حقائق کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

''جس کو متصوّفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں۔''

یہ جو کیفیت ہے کہ دل میں نور جاری ہو جائے اور عبد اور ربّ کا تعلق ہو جائے اس کیفیت کو جو تصوّف والے لوگ ہیں وہ روحِ قدس بھی کہتے ہیں۔ اب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الروح القدس کی بات نہیں فرمائی ہے جو فرشتہ کا نام ہے۔ فرمایا اس حالت کو تصوّف والے لوگ روحِ قدس بیان کرتے ہیں کہ روح سچی ہوگئی اس شخص کی اپنی روح سچی ہو جاتی ہے۔

’’جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں بری ومکروہ ہے۔‘‘

روحِ قدس کی تعریف یہ ہے کہ مزاج اتنا اللہ سے مل گیا کہ جس چیز کو اللہ برا دیکھتا ہے اس کو یہ بھی برا دیکھتا ہے اور طبیعت میں کتنی آسانی سے گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تک گناہ مکروہ دکھائی نہ دے اور برا نظر نہ آئے اس وقت تک اس سے بچنے کی کوشش بڑا مشکل کام ہے۔ وہ لازماً اپنی طرف کھینچے گا۔ فرمایا اس روح کامل کے حصول کی کوشش کرو جو عبد سے اپنے ربّ کی سچی محبت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہو تو اگلا کام خدا کا کام ہے پھر تمہیں کسی کوشش سے اس مقام کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، جو محبت کے نتیجے میں خود بخود حاصل ہو جائے گا اور ایک نور آسمان سے تمہارے دل پر اترے گا اور تمہاری فطرت کو پاک کر دے گا۔ اور فطرت کی پاکیزگی کا مطلب ہے اللہ قدوس ہے تو تم بھی قدوس ہو ایک جیسے ہو جاؤ اپنی چاہتوں میں، اپنی نفرتوں میں ایک جیسے ہو جاؤ۔

’’وہ خود خدا تعالیٰ کی نظر میں بری ومکروہ ہے اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصّہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ: 558، 559 حاشیہ)

یعنی جب یہ حالت پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا جو خالق و مالکِ حقیقی ہے دوسرے تمام وجود گویا نظر سے غائب ہو جاتے ہیں انکی حقیقت ہی کوئی نہیں رہتی، عدم میں ڈوب جاتے ہیں یعنی دنیا موجود تو رہتی ہے لیکن ان کی اہمیت ایک ذرّہ بھی نہیں رہتی کہ وہ خدا کے مقابل پر اس کو اہمیت دیں۔ وہ پھرتے ہیں سرسری نظر سے دنیا کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کے حسن کا بھی ملاحظہ کرتے ہیں مگر وہ حسن ان کو اپنی جانب نہیں کھینچ سکتا کہ خدا سے ہٹ کر مل جائیں۔

ابھی مضمون باقی ہے اور وقت ختم ہو گیا ہے انشاء اللہ اسی مضمون سے آئندہ شروع کریں گے اور پھر اگلی آیات۔